بیٹی

بیٹی کے موضوع پر لکھی جانے والی ایک دل نشیں اور حساس تحریر جو اپنی بے بدل مہک سے قاری کے قلب و ذہن کو معطر کر کے اس پر بیٹی کی محبت و احترام کی راہ کھول دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ بیٹیوں کو بوجھ سمجھنے والوں کے لیے ایک چشم کشا تحریر جس کا مطالعہ بے شمار اندیشوں اور وساوس کا ازالہ کرے گا۔

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

بیٹی

بیٹی کے موضوع پر لکھی جانے والی ایک دل نشیں اور حساس تحریر جو اپنی بے بدل مہک سے قاری کے قلب و ذہن کو معطر کر کے اس پر بیٹی کی محبت و احترام کی راہ کھول دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ بیٹیوں کو بوجھ سمجھنے والوں کے لیے ایک چشم کشا تحریر جس کا مطالعہ بے شمار اندیشوں اور وساوس کا ازالہ کرے گا۔

محمد متین خالد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
ریلوے روڈ نزد تحصیل موڑ ننکانہ صاحب
✆:0300-8572511, 0300-4839384

انتساب!

جگر گوشۂ رسول ﷺ، پیکر صفات حسنہ رسول ﷺ، ہم شبیہ مصطفیٰ ﷺ، زینت کاشانہ شیر خداؓ، مصدر انوار حریم رُخ حسنینؓ، خاتون جنت، سیدۃ النساء، شہزادیٔ کونین، ملکہ اقلیم فردوس بریں،

ساجدہ، زاہدہ، عابدہ

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ

کے نام

جو حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیاری بیٹی، امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی زوجہ محترمہ اور حسنین کریمین (حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ) کی والدہ ماجدہ ہیں۔

حجاب و عصمت سے اذن لے کر میں شان بنت رسولؐ لکھوں
قلم کے اوپر نقاب دے کر ادب سے لفظ بتولؓ لکھوں

مالکِ کانِ حیا منبعِ جود و کرم
اے مصائب کی امیں روحِ روانِ درد و غم
پارۂ محبوبِ حق آرامِ جانِ مُصطفےٰ ﷺ
اے خدیجہؓ کی نشانی غم گسارِ مُرتضےٰؓ
پرورشِ گاہِ امامت تیری آغوشِ حیات
تیرے ہر فرزند نے دی قوتِ باطل کو مات
حُسنِ تربیت ترا شبیرؓ کا عزم و ثبات
تیرا اندازِ عمل ہے سطرِ عنوانِ نجات
گردشِ کون و مکاں ہے محتاجِ فرمانِ بتولؓ
فاطمہ زہراؓ! تری تعظیم کرتا ہے رسول ﷺ
اے چراغِ خانۂ حیدرؓ وقارِ علمِ دیں
پردۂ ناموسِ احمد اے شرافت کی جبیں
مادرِ شاہؓ شہیداں حاصلِ صبر و یقیں
پیکرِ مظلومیت ہے تُو شہادت کی امیں
یوں بسر کی ہے تو نے اپنی صُبح شامِ زندگی
دینِ فطرت کا تحفظ اور حق بندگی

لفظ 'بیٹی' کو زباں پر لانے سے ایک عجیب طرح کی اپنائیت کا احساس ہوتا ہے۔ اس میں کس قدر حلاوت اور ٹھنڈک پنہاں ہے، یہ تو آپ کسی بیٹی والے سے پوچھیں۔ بیٹی خواہ کسی بھی عمر میں ہو، اس کو دیکھتے ہی والدین کے انگ انگ سے شفقت بھرے جذبات امنڈ آتے ہیں، ان کے دلوں سے پیار اور محبت کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں۔ اسلام نے بحیثیت بیٹی عورت کو کیا مقام دیا ہے؟ بعثت نبوی ﷺ سے قبل کا عرب کا ماحول ذہن میں لائیے کہ بیٹی کی ولادت پر باپ کا کیا حال ہوتا تھا۔ بیٹی کی پیدائش کو وہ اپنے لیے ننگ و عار سمجھتا اور لوگوں سے اپنا چہرہ چھپائے پھرتا تھا۔ بالآخر اس کا یہ جھوٹا احساس شرمندگی و ندامت اس کو اس شقاوت پر آمادہ کر لیتا تھا کہ وہ اس پھول سی بیٹی کو کسی گڑھے میں دبا اور اُسے زندہ درگور کر دے۔ پھر اپنے اس بہیمانہ و ظالمانہ فعل پر فخر کرتا تھا۔ عرب قبائل کی اس رسم بد پر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس انداز میں نکیر کی گئی ہے۔

☐ ''(قیامت کے دن کیا حال ہوگا) جب زندہ درگور کی ہوئی (بچی) سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی''۔ (التکویر:8،9)

مزید براں اس وحشت ناک رسم کا چونکا دینے والے اسلوب سے سورۃ النحل میں یوں نقشہ کھینچا گیا:

☐ ''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی اور کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے، سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے''۔ (النحل:58،59)

عرب کے بعض قبیلوں میں کم سن بچیوں کو مارنے کی وحشیانہ رسم جاری تھی۔ باپ اپنی بچی کو بالعموم پانچ چھ سال کی عمر تک اچھی طرح پرورش پانے دیتا۔ پھر وہ اسے

سیر کے بہانے، کسی تقریب کے شایاں شان لباس پہنا کر قصبے یا بستی سے باہر اس مقام پر لے جاتا تھا جہاں اس کے لیے پہلے ہی سے قبر تیار ہوتی تھی۔ وہ بچی کو اس قبر کے کنارے کھڑا کر دیتا اور وہ معصوم اپنے انجام سے بالکل بے خبر اور اس وہم میں خوش کہ اس کا باپ اسے سیر و تفریح کے لیے لایا ہے، پرشوق نگاہوں سے باپ کی طرف دیکھتی اور تماشا شروع ہونے کا بے تابی سے انتظار کرتی۔ پھر اس کا باپ اچانک اسے دھکا دے کر قبر میں گرا دیتا اور جونہی وہ چیخ چیخ کر اسے مدد کے لیے پکارتی، وہ اس کے اوپر زور زور سے بھاری پتھر گرا کر اس کے نازک جسم کو کچل ڈالتا۔ جب مظلوم بچی کا زخموں سے چور چور بدن بے حس و حرکت ہو جاتا تو وہ قبر کو مٹی سے بھر دیتا اور بعض اوقات وہ اپنے کیے پر شیخی بھی بگھارا کرتا تھا۔ یہ لوگ اس قبیح عمل کے بعد واپس جاتے تھے تو ان معصوم بچیوں کی سسکیاں گھروں کے دروازے تک ان کا پیچھا کرتی تھیں۔ لیکن ان ظالموں کے دلوں پر تالے تھے، ان کے دل نرم نہیں ہوتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ عرب میں یہ رسم زیادہ عام نہیں تھی۔ مکہ کے مشہور خاندانوں، بنو ہاشم، بنو امیہ اور بنو مخزوم سے متعلق دختر کشی کی ایک مثال بھی تاریخ میں موجود نہیں۔ یہ رواج صرف چند بدو قبیلوں، بلکہ صرف چند خاندانوں تک محدود تھا۔ بعض ایسے لوگ بھی تھے جن سے اسلام قبول کرنے سے پہلے ماضی میں ایسی غلطی ہوئی تھی۔ ایسے ہی ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کو دل دہلا دینے والا یہ واقعہ سنایا: ''میں اپنی بیٹی کو قبرستان لے کے جا رہا تھا۔ بچی نے میری انگلی پکڑ رکھی تھی۔ وہ باپ کے لمس کی وجہ سے خوش تھی۔ وہ سارا رستہ اپنی توتلی زبان میں مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ وہ مجھ سے فرمائشیں بھی کرتی رہی اور میں سارا رستہ اسے اور اس کی فرمائشوں کو بہلاتا رہا۔ میں اسے لے کر قبرستان پہنچا۔ میں نے اس کے لیے قبر کی جگہ منتخب کی۔ میں نیچے زمین پر بیٹھا اپنے ہاتھوں سے ریت اُٹھانے لگا۔ میری بیٹی نے مجھے کام کرتے دیکھا تو وہ بھی اپنے کام میں لگ گئی۔ وہ بھی اپنے ننھے ہاتھوں سے مٹی کھودنے لگی۔ ہم دونوں باپ بیٹی ریت کھودتے رہے۔ میں نے اس دن صاف کپڑے پہن رکھے تھے۔ ریت کھودنے کے دوران میرے کپڑوں پر مٹی لگ گئی۔ میری بیٹی نے کپڑوں پر مٹی دیکھی تو اس نے

اپنے ہاتھ جھاڑے، اپنے ہاتھ اپنی قمیض کے ساتھ پونچھے اور میری قمیض سے ریت جھاڑنے لگی۔ قبر تیار ہوئی تو میں نے اسے قبر میں بٹھایا اور اس پر مٹی ڈالنا شروع کر دی۔ وہ بھی اپنے ننھے ہاتھوں سے اپنے اوپر مٹی ڈالنے لگی۔ وہ مٹی ڈالتی جاتی تھی اور قہقہہ لگاتی جاتی تھی اور مجھ سے فرمائشیں کرتی جاتی تھی۔ لیکن میں دل ہی دل میں اپنے جھوٹے خداؤں سے دعا کر رہا تھا کہ تم میری بیٹی کی قربانی قبول کر لو اور مجھے اگلے سال بیٹا دے دو۔ میں دعا کرتا رہا اور بیٹی ریت میں دفن ہوتی رہی۔ میں نے آخر میں جب اس کے سر پر مٹی ڈالنا شروع کی تو اس نے خوفزدہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور مجھ سے توتلی زبان میں پوچھا: ''ابا آپ پر میری جان قربان، آپ مجھے ریت میں کیوں دفن کر رہے ہیں؟'' میں نے اپنے دل کو پتھر بنا لیا اور دونوں ہاتھوں سے تیزی سے قبر پر ریت پھینکنے لگا۔ میری بیٹی روتی رہی، چیختی رہی، دہائیاں دیتی رہی، لیکن میں نے اسے ریت میں زندہ دفن کر دیا''۔ یہ وہ نقطہ تھا جہاں رحمت للعالمین ﷺ کا ضبط جواب دے گیا۔ آپ ﷺ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور آواز حلق مبارک میں گولا بن کر پھنسنے لگی۔ وہ شخص دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا اور رحمت للعالمین ﷺ کی آنکھوں سے اشکوں کی نہریں بہہ رہی تھیں۔

بعثت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام نے کس طرح اس صورت حال میں انقلاب برپا کیا ہے۔ اس کی ایک معمولی جھلک ملاحظہ کیجیے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ بیٹی کا باپ ہونا ہرگز موجب عار نہیں ہے بلکہ موجب سعادت ہے۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت انس ابن مالکؓ سے روایت کیا ہے:

☐ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ بلوغ کو پہنچ گئیں تو قیامت کے روز میں اور وہ اس طرح آئیں گے جیسے میرے ہاتھ کی دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس ارشاد کے موقع پر اپنی انگشت شہادت کو ساتھ والی انگشت سے ملا کر دکھایا''۔

صحیح مسلم ہی میں یہ روایت ہے۔

☐ ''حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ ان

کی اچھی طرح پرورش کرے تو یہی لڑکیاں اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

- آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے، بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، بیٹے عطا کرتا ہے۔ (شوریٰ:49)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے بیٹیوں کے دینے کا ذکر فرمایا، پھر بیٹوں کے عطا فرمانے کا ذکر کیا۔ امام ابن قیمؒ اس بارے میں دو اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "میرے نزدیک اس کی ایک اور حکمت ہے اور وہ یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں کو مقدم کیا ہے، جن کو اہل جاہلیت مؤخر کرتے تھے، گویا کہ یہ بیان کرنا مقصود تھا، کہ تمہاری طرف سے نظر انداز کی ہوئی یہ حقیر قسم میرے نزدیک ذکر میں مقدم ہے"۔

(تفسیر القیم ص433)

علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر میں اس بارے میں متعدد اقوال نقل کیے ہیں اور انہی میں سے دو درج ذیل ہیں:

"(1) عورتوں کی کمزوری کے پیش نظر ان کا خصوصی خیال رکھنے کی تاکید کی خاطر انہیں مقدم کیا گیا ہے اور خصوصاً اس لیے، کہ وہ زندہ درگور کرنے کے زمانہ سے قریب تھے۔ (2) ان کے باپوں کے دلوں کو راضی کرنے کی غرض سے، کیونکہ ان کے پہلے ذکر کرنے میں ان کی تکریم ہے، (اور ان کی تکریم اس لیے ہے) کیونکہ وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی کثرت کا سبب ہیں"۔ (روح المعانی)

حکمت کچھ بھی ہو، لیکن یہ بات تو واضح ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بیٹیوں کو یہ اعزاز عطا فرمایا ہے، کہ ان کا ذکر بیٹوں سے پہلے کیا ہے۔

امام احمد کے صاحبزادے صالح بیان کرتے ہیں، کہ جب ان کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوتی تو وہ فرماتے: "الأنبياء كانوا آباء بنات" (تفسیر القیم ص433)

(ترجمہ): "انبیاء علیہم السلام بیٹیوں کے باپ تھے"۔

یعقوب بن بختان نے بیان کیا: "میرے ہاں سات بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

جب بھی میرے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو امام احمد بن حنبل میرے پاس تشریف لاتے اور مجھ سے فرماتے: "یا أبا یوسف الأنبیاء آبا بنات (تحفۃ المودود فی احکام المولود، ص32) ترجمہ: اے ابو یوسف! انبیاء علیہم السلام بیٹیوں کے باپ تھے"۔ ان کا یہ فرمانا میرے غم کو ختم کر دیتا۔

امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

(ترجمہ): ''آدمی کے لیے جائز نہیں کہ بیٹے کی (پیدائش پر) مبارک باد دے اور بیٹی کی (پیدائش پر) مبارک باد نہ دے، بلکہ وہ یا تو دونوں کی (پیدائش پر) مبارک باد دے یا دونوں پر نہ دے، تاکہ وہ طریقہ جاہلیت سے بچ جائے، کیونکہ ان کی اکثریت بیٹے کی (پیدائش پر) مبارک باد دیتی تھی اور بیٹی کی ولادت کی بجائے اس کی وفات پر مبارک باد دیتی تھی''۔ (المرجع السابق صفحہ 32)

امام احمدؒ اور امام طبرانیؒ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

- ترجمہ: بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، کیونکہ یقیناً وہ تو پیار کرنے والیاں اور قیمتی چیز ہیں۔ (مجمع الزوائد)

حضور نبی کریم ﷺ نے اس حدیث شریف میں بیٹیوں سے نفرت کرنے سے منع فرمایا۔ مزید براں ان کی فطرت وحیثیت کو واضح فرمایا کہ وہ تو اپنے والدین سے پیار کرنے والیاں اور قیمتی چیز ہیں اور آپ ﷺ کے اس فرمان مبارک میں ضمنی طور پر یہ بات ہے کہ ان سے نفرت کرنے والا ان کی قدر و قیمت سے آگاہ نہیں اور جو بھی اس سے آگاہ ہوگا، وہ ضرور ان سے محبت کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مزید ارشاد فرمایا:

- مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقیات صالحات آپ کے رب کے ہاں ثواب میں اور امید کی رُو سے زیادہ اچھی ہیں۔ (الکھف:46)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ''الباقیات الصالحات'' کو ثواب اور امید کے اعتبار سے مال اور بیٹوں سے بہتر قرار دیا۔ ''الباقیات الصالحات'' سے مراد کیا ہے؟

اس بارے میں مفسرین کے ایک سے زیادہ اقوال ہیں۔ امام عبید بن عمیرؒ کے قول کے مطابق ان سے مراد نیک بیٹیاں ہیں۔ علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ نیک بیٹیاں اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے احسان کرنے والے باپوں کے لیے آخرت میں ثواب اور اچھی امید کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ (تفسیر القرطبی)

امام مسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

''میرے ہاں ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائے ہوئے آئی۔ میں نے اس کو کھانے کے لیے تین کھجوریں دیں، تو اس نے ان دونوں میں سے ہر ایک (بیٹی) کو ایک ایک کھجور دے دی۔ اور (پھر) خود کھانے کی خاطر ایک کھجور اپنے منہ کی طرف اٹھائی۔ دونوں بیٹیوں نے اس سے اس (کھجور) کو مانگا، تو اس نے وہ کھجور بھی، جو وہ خود کھانا چاہتی تھی، ان دونوں میں تقسیم کر دی۔ اس عورت کے طور طریقہ نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ میں نے اس کے طرزِ عمل کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے رُوبرو کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس (عمل) کی وجہ سے جنت کو واجب کر دیا یا اس (عمل) کے سبب اسے (دوزخ کی) آگ سے آزاد کر دیا ہے''۔ (صحیح مسلم)

اللہ اکبر! بیٹیوں کے لیے ایثار کرنے کا صلہ کس قدر عظیم الشان ہے۔

بیٹی ایک مقدس رشتہ، جو تمام تر پاکیزہ چاہتوں کا مرکز ہے۔ ایک باپ کے لیے بیٹی قدرت کی طرف سے لازوال عطیہ ہے، جو اس کے لیے روشن محبتوں کا پیغام لاتی ہے۔ اس رشتے کی عظمت کا کیا ٹھکانا، جسے دینِ رحمت نے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور قرار دیا۔ عالم نسواں اس پر جتنا بھی فخر کرے، کم ہے کہ حضور ﷺ کو اس رشتے سے بڑھ کر کوئی رشتہ عزیز نہیں تھا۔ اس میں عظمت کی شان ہے اور تعظیم و تکریم ہے۔

مشہور عرب فلسفی عمر غستان ہر روز اپنی دس سالہ پیاری بیٹی کو گلے لگا کر پیار کرتا اور اس کے آنسو معصوم بیٹی کے بالوں میں جذب ہو جاتے۔ وہ مسلسل بلند آواز میں یہی دہراتا تھا ''حضرت محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں اپنی پیاری بیٹی کو قتل کر کے قبر میں گاڑ دیتا اور بوڑھی ماں کو دھکے دے کر گھر سے نکال دیتا۔ حضرت محمد ﷺ نے مجھ پر

میری آئندہ نسلوں پر اور عالم انسانیت کے سارے انسانوں پر کتنا بڑا احسان کیا کہ ان رشتوں کی حرمت اور تقدس سے آشنا کردیا۔''

کہاں وہ عالم کہ وہ معاشرہ بیٹی کا باپ ہونا باعث ننگ و عار اور شرم سمجھتا تھا، کہاں یہ عالم کہ اس معاشرے میں یہ بات دلوں میں راسخ ہوگئی کہ اگر کوئی شخص بیٹیوں کی خوش دلی کے ساتھ شفقت و محبت کے ساتھ پرورش کرتا ہے تو اس کے لیے قیامت میں حضور نبی کریم ﷺ کی قربت اور نار جہنم سے رستگاری کی بشارت اور نوید ہے۔ پھر دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹیاں عطا کیں۔ ایک نہیں چار بیٹیوں کا باپ بنایا۔ چاروں بیٹیوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت محبت و شفقت کے ساتھ پرورش فرمایا اور ان سے آپ ﷺ کو جو انس تھا، وہ سیرت مطہرہ کا مطالعہ کرنے والے ہر قاری کو معلوم ہوگا۔ خاص طور پر حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے جو محبت تھی، اس کا یہ عالم تھا کہ جب وہ شادی کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آتی تھیں تو نبی اکرم ﷺ ان کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ ان کے لیے جگہ چھوڑ دیتے تھے، ان کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھاتے، پیشانی کو بوسہ دیتے۔ اپنی چادر انؓ کے لیے بچھاتے تھے اور باصرار اس پر انؓ کو بٹھاتے تھے۔ پھر آپ ﷺ اپنی بیٹیوں کے لیے بضعة منی یعنی میرے جگر کا ٹکڑا، کے الفاظ استعمال فرماتے تھے۔ بیٹیوں کے ساتھ محبت و شفقت اور عزت و احترام کا معاملہ حضور نبی کریم ﷺ نے عملاً کر کے دکھایا ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ پوری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ بیٹیوں کا وجود ہرگز موجب شرم وندامت نہیں ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس طرزِ عمل نے بیٹی کو ذلت و عار کے مقام سے اُٹھا کر اس عزت و احترام کے مقام بلند پر فائز کر دیا جس کی نظیر تو درکنار ہلکی سے جھلک بھی دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بار بار تاکید کی کہ لڑکیوں کے ساتھ انھیں بالکل وہی برتاؤ کرنا چاہیے جو لڑکوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اسلام سے قبل لڑکیوں کو ایک بوجھ سمجھا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ خاندان میں بیٹوں کی جو عزت تھی، لڑکیاں اس سے بالکل محروم تھیں بلکہ آج تک مسلمانوں میں اس عدم مساوات کے بچے کھچے

اثرات پائے جاتے ہیں اور بہت سے لوگ لڑکوں کو اس لیے عزت و احترام اور شفقت و محبت کا مستحق سمجھتے ہیں کہ آگے چل کر ان سے خاندان کی معاشی سود و بہبود میں اضافہ ہوگا۔ چنانچہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر ویسی توجہ نہیں کی جاتی جیسے لڑکوں کی تعلیم پر۔ کیونکہ لڑکیوں کی تعلیم سے خاندان کا کوئی ظاہری فائدہ نظر نہیں آتا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان تمام باتوں سے منع فرمایا اور صاف لفظوں میں حکم دیا کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ ہر معاملہ میں خواہ کھانے پینے سے متعلق ہو، تعلیم و تربیت سے متعلق ہو یا شادی بیاہ سے، یکساں سلوک کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا، جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور وہ اسے تکلیف نہ دے، نہ اس کی اہانت کرے اور نہ لڑکوں کو اس پر فوقیت دے۔ اللہ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (کنز العمال)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خدا نے ہر شخص کے لیے مجھ سے پہلے جنت کا داخلہ حرام کر دیا ہے لیکن میں قیامت کے روز اپنی داہنی طرف ایک عورت کو جنت کے دروازے کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھوں گا، میں کہوں گا اسے کیا سوجھی کہ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ ایک خوبصورت بیوہ تھی۔ اس کی یتیم لڑکیاں تھیں، اس نے اپنی ساری خوبصورتی ان لڑکیوں کی تربیت کی بھینٹ چڑھا دی، یہاں تک کہ لڑکیاں جوان ہو گئیں۔ خدا نے اس کے اس فعل کی قدر دانی کی۔ اسی قدر دانی کا نتیجہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ (کنز العمال) حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں، وہ ان کو پالے، پرورش کرے اور ان کا کفیل ہو، اس کے لیے جنت واجب ہے۔ کسی نے عرض کیا اگر کسی کی دو لڑکیاں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دو والے کے لیے بھی یہی بشارت ہے۔ پھر کسی نے کہا، اگر ایک لڑکی ہو اور اس کی کفالت کی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک لڑکی والے کے لیے بھی یہی بشارت ہے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لڑکیاں بہت شفیق، لئیق اور باعث برکت ہوتی ہیں۔ جس شخص کی ایک لڑکی ہو، خدا اس کو اپنے والدین کے لیے آتش جہنم

کی آڑ بنا دے گا اور جس کی دو بیٹیاں ہوں، اللہ ان کے سبب والدین کو جنت میں داخل کرے گا اور جس کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں، خدا ان کے لیے باعث صدقہ اور جہاد کی ضرورت و فرضیت سے اسے سبکدوش کرے گا۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش رحم و شفقت کے ساتھ کرے، وہ جنت میں جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی اس پر بارش کرے، تعلیم و تربیت اور حسن ادب سے اسے بہرہ ور کرے، میں خود ایسے شخص کے لیے آتش جہنم کی آڑ بن جاؤں گا۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو بیٹیوں کی (پرورش و تربیت کی) وجہ سے معمولی سی تکلیف بھی اٹھانی پڑی تو یہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی''۔ (صحیح بخاری) رسول اللہ ﷺ نے بیٹیوں سے ترجیحی سلوک کی ہدایت فرمائی اور فرمایا: ''جب تم اپنے بچوں میں تقسیم کرنے کے لیے کچھ لاؤ تو بیٹیوں سے شروع کرو کیونکہ بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں اپنے والدین سے زیادہ محبت کرتی ہیں''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو کیونکہ بیٹیاں تو انتہائی گرانقدر اور غمخوار ہوتی ہیں۔ (مسند احمد) آپ ﷺ کو اپنی ہر بیٹی سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ ﷺ کی دوسری بیٹی حضرت رقیہؓ بیمار تھی۔ غزوۂ بدر کا نقارہ بج چکا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے داماد حضرت عثمان غنیؓ کو ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ میں چھوڑ دیا اور خود اپنے جانثار صحابہؓ کے ساتھ حق و باطل کے پہلے معرکہ کے سالارِ اعلیٰ بن کر بدر روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح مبین سے سرفراز فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثؓ کو فتح کی خوشخبری دے کر مدینہ روانہ فرمایا۔ جب حضرت زیدؓ مدینہ میں داخل ہو رہے تھے تو جنت البقیع میں آپ ﷺ کی لخت جگر حضرت رقیہؓ کو قبر میں لٹایا جا رہا تھا۔ جب آپ ﷺ کو اپنی چہیتی بیٹی کی مفارقت کا علم ہوا تو آپ ﷺ سیدھے جنت البقیع میں حضرت رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ قبر کے سرہانے بیٹھے آپ ﷺ کی آنکھوں سے شدت غم سے آنسو

امنڈ پڑے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ کی چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہؓ بھی زاروقطار رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر کا پلو پکڑ کر اپنی بیٹی کے آنسو صاف کیے، ان کو دلاسا دیا جبکہ آپ ﷺ کی اپنی آنکھوں سے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ سیدہ فاطمہؓ چونکہ حضور نبی کریم ﷺ کی چاروں بیٹیوں میں سب سے چھوٹی تھیں، اس لیے فاطمہؓ آپ ﷺ کی سب سے پیاری اور لاڈلی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا''۔ (بخاری) اور جس نے حضور نبی کریم ﷺ کو ناراض کیا، اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔

حضرت سیدہ عائشہؓ سے ایک تابعی نے دریافت کیا ''اللہ کے رسول ﷺ سب سے زیادہ کسے محبوب رکھتے تھے؟'' ام المومنینؓ نے جواب دیا: ''عورتوں میں فاطمہؓ کو اور مردوں میں ان کے شوہر (علیؓ) کو''۔ (المستدرک)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رحمتِ دو عالم ﷺ ہر صبح حضرت سیدہ فاطمہؓ کے دروازے پر تشریف لا کر سلامتی و رحمت بھیجتے۔ سیدہ فاطمہؓ دوڑ کر دروازہ کھولتیں۔ نگاہیں فرشِ راہ کرتے ہوئے محبت و سلامتی سے جھولی بھر لیتیں۔ آپ ﷺ کہیں سفر پر روانہ ہوتے تو سب سے آخر میں سیدہ فاطمہؓ سے ملنے تشریف لاتے اور جب واپس تشریف لاتے تو مدینے میں داخل ہونے سے پہلے آپ کی آمد کا مژدۂ جاں فزا مدینے کی گلیوں میں خوشبو کی طرح بکھرنے لگتا، اس موقع پر سیدہ فاطمہؓ بے قراری سے دروازے کے پاس پردے کے پیچھے آن کھڑی ہوتیں، کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ محبت و رحمت کی ان گھٹاؤں سے سب سے پہلے وہ ہی سیراب ہوں گی۔ آپ ﷺ تشریف لاتے تو سب سے پہلے اسی دروازے پر حاضر ہوتے، جس کی اُوٹ میں بیٹی آنکھوں میں خوشی کے آنسو لیے آپ کو خوش آمدید کہنے کو منتظر کھڑی ہوتی۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی بیٹیوں سے کس قدر انسیت تھی۔ اگر بیٹیاں منحوس ہوتیں تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ کو بیٹیاں عطا نہ کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹی تو اللہ کی رحمت ہے۔ جس نے اپنی بیٹی کی احسن طریقہ سے پرورش کی، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد

فرمایا کہ ''تم لوگ بیٹیوں کو برا مت سمجھو، اس لیے کہ میں بھی چار بیٹیوں کا باپ ہوں''۔
آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بیٹیاں والدین کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔ بیٹیوں کی پیدائش والدین کے لیے جنت کا پروانہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اپنی امت کے لیے بہترین مثالیں قائم کیں تا کہ ان مثالوں پر عمل پیرا ہو کر ایک مثالی اور بہترین معاشرہ قائم ہو سکے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے شب و روز میں وہ بہترین معاشرہ نظر نہیں رہا، وہ اس لیے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر پوری طرح عمل نہیں کر رہے۔ آج ہمارے گھروں میں کہیں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو تمام گھر والے تو ایک طرف بلکہ سارے خاندان کے منہ لٹک جاتے ہیں۔ سب غمزدہ ہو جاتے ہیں۔ بیٹی کی پیدائش پر کئی کئی دن اردگرد کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ کسی کو کہیں سے معلوم ہو جائے تو بیٹی والوں سے پوچھا جاتا ہے کہ 'بتایا ہی نہیں؟' تو کہتے ہیں 'کیا بتائیں کہ بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ اس کے برعکس اللہ کے رسول ﷺ نے تو بیٹیوں کی پیدائش کو اللہ کی رحمت کہا ہے۔ یہ اللہ کے حکم کے خلاف کھلی بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر ہم کس منہ سے کہتے ہیں کہ معاشرہ بہتر نہیں۔ مقام غور ہے اور اپنے گریبانوں میں جھانکنے کا وقت ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں کتنی زندہ مثالیں ہیں۔ بیوی کو کہا جاتا ہے کہ اگر بیٹی پیدا ہوئی تو ہم طلاق دے دیں گے اور پھر اپنے آپ کو اسلام کے دعویدار کہتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ کیا عورت خود بیٹی یا بیٹا پیدا کرنے پر قادر ہے؟ جواب دینے میں گونگے ہو جائیں گے اور ہونقوں کی طرح ادھر ادھر تکنے لگیں گے۔

بیٹا اللہ کا انعام ہے اور بیٹی اللہ کی رحمت۔ کس کو پتا کہ اللہ ایک بیٹی کے صدقے گھر میں کس قدر رحمتیں نازل کر رہا ہوتا ہے۔ یاد رکھیں! بیٹیاں سب کے نصیب میں کہاں ہوتی ہیں۔ اللہ یہ انعام بھی قسمت والوں کو ہی عطا کرتا ہے۔ والد جب کبھی نیا گھر بناتا ہے تو معصوم بیٹی کہتی ہے کہ ابو! یہ میرا کمرہ ہے۔ اس میں اس طرح کا رنگ کروائیں۔ اس میں اس طرح کی لائٹنگ کروائیں۔ میرا بیڈ ایسا ہو، کونے میں میرے کھلونوں کی میز ایسی ہو۔ وغیرہ۔ جب معصوم بیٹی اپنی توتلی زبان میں اپنے پیارے باپ سے یہ تقاضا کر رہی ہوتی ہے تو والد کا دل ایک روحانی ہنسی سے مسکرا اٹھتا ہے۔

اس کو پتا ہے کہ کل جب میری یہی بیٹی جواں ہو جائے گی تو اس کو تو اپنے گھر چلے جانا ہے۔ یہ کمرہ تو اس کا ایک عارضی سا مسکن ہے۔ اس کو تو کہیں دور جا کر اپنا گھر بسانا ہے۔ والد اس بچی کی موہوم سی خواہش پر صرف مسکرا اٹھتا ہے۔ آخر وہ ابھی ایک معصوم بچی ہے۔...... بیٹوں اور بیٹیوں میں ایک فرق ہے، وہ یہ کہ بیٹیاں تو امانت ہوتی ہیں۔ تقاضا بھی ہے کہ امانتوں کو احسن طریقے سے رخصت کیا جائے۔ بیٹی جو آج اپنے والد کے آنگن میں تتلیوں کی طرح اڑ رہی ہے، چڑیوں کی طرح چہک رہی ہے، پھولوں کی طرح مہک ہر سو بکھیر رہی ہے، چنریا کے گوٹے کناری کی چمک سے سارے گھر کو جگمگا رہی ہے۔ والد شاید یہ حقیقت بھول بیٹھا ہو کہ یہ تو سارے رنگ قوس قزح کے ہیں۔ ایک دن آئے گا، والد نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو اپنے ہاتھوں سے وداع کرنے پر مجبور ہو گا۔ جن ہاتھوں سے وہ اس کی بلائیں لیا کرتا تھا، جن شفقت بھرے ہاتھوں سے وہ شام کو گھر میں داخل ہوتے ہی اس کو پیار دیا کرتا تھا اور اپنے سارے دن کی تھکن کو راحت میں بدل لیتا تھا۔ یاد رکھیں! یہ پھول ہر آنگن میں نہیں کھلتے۔ یہ رحمت کی گھٹائیں صرف قسمت والے گھروں ہی میں برستیں ہیں۔ بیٹیاں سب کے نصیب میں کہاں؟

اگر کہیں والدین میں سے کوئی فوت ہو جائے تو جب بیٹی کو اپنے سسرال میں اطلاع ملتی ہے تو بیٹی دوڑی آتی ہے۔ گلی میں اپنے والدین کے گھر کے قریب پہنچتی ہے تو اپنے حواس پر قابو نہیں رکھ سکتی۔ عجیب انداز میں آہ و بکا شروع کر دیتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ 'بیٹی' آئی ہے۔ اس کو پتا ہے کہ آج میرے سر پر شفقت سے پیار دینے والا ہاتھ اس جہاں سے اٹھ گیا۔ وہ والدین جن کی آنکھیں میرے آنے پر میری راہ دیکھا کرتی تھیں، ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ جس ماں کی لوریاں سن کر میں بچپن میں میٹھی نیند سوتی تھی، پھر اسی گھر میں اٹھکیلیاں کرتی جوان ہوئی۔ آج وہ آواز ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔ وہ دیوار جو ہر پریشانی میں میرا سہارا تھی، ڈھے گئی۔ ایسے اداس لمحوں میں اس کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔...... یہ بیٹیاں جو آج والدین کے آنگن کی رونق ہیں، حقیقت میں 'پردیس' میں رہ رہی ہیں۔ ایک دن ان کو اسی پردیس، کو خیر باد کہہ کر اپنے 'دیس' چلے جانا ہے، کون سے دیس؟ دور اپنے پیا کے دیس! بیٹی تو وفا کی دیوی، حیا کی

تتلی، قوس قزح کے رنگ بکھیرنے والی تتلی اور کسی کوہ قاف کی پری ہوتی ہے۔ اس کی جس قدر آؤ بھگت کی جائے، کم ہے۔ بیٹیوں کی قدر کرنا سیکھو کیونکہ ان کی آنکھوں میں کبھی بھی آنسو اچھے نہیں لگتے خواہ وہ آنسو پیار کے ہی کیوں نہ ہوں، یہ پھول ہر گلشن میں نہیں کھلتے۔ بیٹیاں زخم سہہ نہیں پاتیں۔...... بیٹیاں درد کہہ نہیں پاتیں...... بیٹیاں آنکھ کا ستارا ہیں...... بیٹیاں درد میں سہارا ہیں...... بیٹیوں کو ہراس مت کرنا...... ان کو ہرگز اداس مت کرنا...... بیٹیاں نور ہیں نگاہوں کا...... بیٹیاں باب ہیں پناہوں کا...... بیٹیاں دل کی صاف ہوتی ہیں...... گویا کھلتا گلاب ہوتی ہیں...... بیٹیاں عکس اپنی ماؤں کا...... بیٹیاں ہیں ثمر دعاؤں کا...... بیٹیوں کو سزائیں مت دینا...... ان کو غم کی قبائیں مت دینا...... بیٹیاں چاہتوں کی پیاسی ہیں...... یہ پرائے چمن کی باسی ہیں...... بیٹیاں بے وفا نہیں ہوتیں...... یہ کبھی بھی خفا نہیں ہوتیں۔...... ان کو آنسو بھی جو مل جائیں تو مسکاتی ہیں...... بیٹیاں تو بڑی معصوم ہیں، جذباتی ہیں...... ان سے قائم ہے تقدس بھی ہمارے گھر کا...... صبح کو اپنی نمازوں سے مہکاتی ہیں...... لوگ بیٹوں سے ہی رکھتے ہیں توقع لیکن...... بیٹیاں اپنے برے وقت میں کام آتی ہیں...... بیٹیاں ہوتی ہیں، پرنور چراغوں کی طرح...... روشنی کرتی ہیں، جس گھر میں چلی جاتی ہیں...... ایک بیٹی ہو تو کھل جاتا ہے، گھر کا آنگن...... گھر وہی رہتا ہے، پر رونقیں بڑھ جاتی ہیں...... فاطمہ زہراؓ کی تعظیم کو اٹھتے تھے رسول ﷺ...... محترم بیٹیاں اس واسطے کہلاتی ہیں۔

کلاس میں ٹیچر سے طالبات نے پوچھا، میڈم! آپ کی صورت بھی ہے اور سیرت بھی، تو آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟ ٹیچر نے جواب دیا!!! ایک عورت تھی جس کی پانچ بیٹیاں تھیں، اس کے شوہر نے کہا، اگر چھٹی بار بھی بیٹی پیدا ہوئی تو میں اسے گھر میں نہیں بلکہ سڑک کے کنارے جا کے رکھ دوں گا!!! خدا کی مصلحت تھی، چھٹی بار بھی بیٹی ہوئی!! تو شوہر نے وہی کیا جو کہا تھا، بیٹی کو اٹھا کر رات کے اندھیرے میں سڑک کے کنارے رکھ آیا!! صبح ہوئی تو جا کے دیکھا، بچی کو کسی نے نہیں اٹھایا!!! سات دن تک یہی کرتا رہا، آخر کار بیٹی کو گھر لے آیا!! کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس کے ہاں پیدائش ہوتی ہے مگر!!! اس بار لڑکی نہیں بلکہ لڑکا پیدا ہوا!!!! کچھ دن گزرنے کے بعد جو

سب سے بڑی بیٹی تھی، وہ مر جاتی ہے! پھر بیٹا پیدا ہوتا ہے پھر ایک اور بیٹی مر جاتی ہے! اسی طرح پانچ بیٹیاں مر جاتی ہیں مگر ان کے بدلے میں پانچ بیٹے مل جاتے ہیں صرف ایک بیٹی زندہ رہ جاتی ہے جس کو سات راتوں تک سڑک پر چھوڑ کے آتے تھے کہ شاید کوئی اٹھا لے مگر کسی نے نہیں اٹھایا اور وہ بیٹی میں ہوں!!!! میرا باپ بیمار ہے اور ماں اس دنیا سے چل بسی ہے۔ میری شادی نہ کرنے کی وجہ یہی ہے کہ میں اپنے بیمار باپ کا خیال رکھتی ہوں اور میرے پانچ بھائی مہینے میں ایک بار آتے ہیں باپ کو دیکھنے کے لیے!!! میرے بابا روتے ہیں اور بچپن میں جو کچھ میرے ساتھ کیا تھا، اس کے لیے شرمندگی کا اظہار کرتے ہیں!!! وہ جو منت مانگتے تھے کہ ہمیں صرف بیٹا چاہیے، انہیں بیٹی کی قدر و قیمت اب بڑھاپے میں سمجھ آئی۔ کبھی کبھار انسان کو کوئی چیز اچھی نہیں لگتی مگر اس میں انسان کی خیر چھپی ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون، (البقرہ:216) جو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو!!

شادی کی پہلی رات میاں بیوی نے فیصلہ کیا کہ جب وہ کمرے میں پہنچ جائیں گے تو پھر دروازہ نہیں کھولیں گے چاہے کوئی بھی آجائے۔ ابھی دروازہ بند ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دلہے کے والدین کمرے کے باہر پہنچے تا کہ اپنے بیٹے اور بہو کو نیک تمناؤں اور راحت بھری زندگی کی دعا دے سکیں، دستک ہوئی تو بتایا گیا کہ دلہے کے والدین باہر موجود ہیں۔ دلہا دلہن نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، باوجود اس کے کہ دلہا دروازہ کھولنا چاہتا تھا مگر اس نے اپنے فیصلے کو مدنظر رکھا اور دروازہ نہیں کھولا۔ والدین ناکام واپس لوٹ گئے۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ دلہن کے والدین بھی دلہے کے گھر جا پہنچے تا کہ اپنی بیٹی اور داماد کو اپنی نیک خواہشات پہنچا سکیں اور انہیں سکھی زندگی کی دعا دے سکیں۔ ایک بار پھر کمرے کے دروازے پر دستک دی گئی اور بتایا گیا کہ دلہن کے والدین کمرے کے باہر موجود ہیں۔ دلہا دلہن نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اپنا فیصلہ ذہن میں تازہ کیا۔ باوجود اس کے کہ فیصلہ ہو چکا تھا، دلہن کی آنسوؤں بھری سرگوشی سنائی دی...... نہیں...... میں اپنے والدین کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی اور فوراً دروازہ کھول دیا۔ شوہر نے یہ سب دیکھا مگر دلہن کو کچھ نہ کہا اور خاموش رہا۔ اس بات کو برسوں

بیت گئے، ان کے ہاں چار بیٹے پیدا ہوئے اور پانچویں بار ایک بیٹی پیدا ہوئی۔شوہر نے ننھی گڑیا کے اس دنیا میں آنے کی خوشی میں ایک بہت بڑی پارٹی کا انتظام کیا اور اس پارٹی میں ہر اس شخص کو بلایا جسے وہ جانتا تھا اور خوب خوشیاں منائی گئیں۔اس رات بیوی نے اپنے شوہر سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اتنی بڑی پارٹی کا اہتمام کیا جبکہ اس سے پہلے چاروں بچوں کی پیدائش پر ہم نے یہ سب کچھ نہیں کیا۔شوہر مسکرایا اور بولا ...... یہ وہ ہے جو میرے لیے دروازہ کھولے گی۔

کچھ دن پہلے اس کے موبائل پر اجنبی نمبر سے کال آنے لگی۔اس نے یہ سوچ کر کہ کسی دوست یا جاننے والی کی کال ہو گی، کال ریسیو کر لی، مگر دوسری طرف سے مردانہ آواز سنتے ہی رانگ نمبر کہہ کر کال منقطع کر دی۔ بس وہ دن ہے اور آج کا دن، میسجز اور کالز کا ایسا تانتا بندھا جو رکنے کا نام ہی نہ لیتا۔کال تو اس نے کوئی ریسیو نہ کی مگر میسجز پڑھتی رہی۔نام پوچھا جاتا، فون اٹھانے پر اصرار کیا جاتا اور اس کی آواز کی خوب تعریف کی جاتی، اپنے بارے میں بتایا جاتا۔ جواب نہ دینے کے باوجود میسجز اور کالز کا سلسلہ مستقل مزاجی سے جاری تھا۔عفت کے لیے یہ سب نیا تھا، چھوٹی سی عمر کا ایک انجانا سا احساس تھا جسے وہ خود سمجھنے سے قاصر تھی۔کیا ہوا اگر میں بھی ایک میسج کر دوں، یہی پوچھ لیتی ہوں کہ کون ہو اور کیوں مجھے تنگ کر رہے ہو۔اس لمحے اس کے دماغ میں خیال آیا، رات کے تین بج رہے تھے۔کتنی ہی بار اس نے میسج لکھ کر مٹایا، عجیب شش و پنج کا شکار تھی۔کوئی اس سے بات کرنے کے لیے بے چین تھا، یہ خیال اسے نہ جانے کیوں ایک انجانی سی خوشی دے رہا تھا۔بالآخر سوچ بچار کے بعد اس نے ایک میسج ٹائپ کر لیا. جس میں اس نے لکھا کہ وہ کون ہے اور رات کے اس پہر اسے کیوں تنگ کر رہا ہے۔ ہاں! کوئی بات نہیں ایک میسج ہی تو ہے اور پوچھ لینے میں قباحت ہی کیا ہے، اس نے خود کو تسلی دی۔بٹن دبانے ہی لگی تھی کہ اچانک ایک چہرہ اس کے دماغ کی اسکرین پر ابھرا...... ''میری بیٹی تو میرا مان ہے'' یہ جملہ جو اس کے بابا اس کا ماتھا چومتے ہوئے اکثر دہرایا کرتے تھے۔اس کے حلق میں کانٹے چبھنے لگے۔''بیٹیاں جب معاشرے میں سر جھکا کر چلتی ہیں تب ہی اس کے بھائی اور باپ سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہوتے

ہیں''شفقت ومحبت سے کہا گیا بابا کا ایک اور جملہ دل کی تار چھیڑ گیا۔ جب کبھی امی جی، بابا کو اسے سر چڑھانے کا طعنہ دیتی تو بابا کی طرف سے ایک مخصوص جواب آتا کہ''عِفّت تو اپنے بابا کا غرور ہے''اور ہمیشہ ہی اسے یہ جملہ سرشار کر دیتا۔اسے اپنا سارا وجود سن ہوتا ہوا محسوس ہوا، بڑی مشکل سے بستر سے اٹھی. پسینے سے شرابور لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ بالکونی میں جا کھڑی ہوئی،''میری بیٹی تو میرا غرور ہے''،''میری بیٹی تو میرا مان ہے''،''میری بیٹی بہت بہادر ہے''۔کانوں میں گونجتی بابا کی آواز اب تک سنائی دے رہی تھیں۔جی بابا جانی! میں کمزور نہیں ہوں، آپ کی عِفّت آپ کا غرور نہیں توڑے گی ،آپ کا سر کبھی جھکنے نہیں دے گی، آپ کا یہ مان ہمیشہ قائم رکھے گی۔آپ کی دی گئی محبت کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤں گی۔وہ سرگوشی میں بولتی گئی، آنسو اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔اس نے جلدی سے اس نمبر کو بلاک کیا، سکون کے احساس کے ساتھ اس نے گہرا سانس لیا اور آسمان کی جانب دیکھنے لگی۔رات کا آخری پہر تھا۔کچھ دیر میں سحر ہونے کو تھی۔نیچے صحن کی طرف دیکھا تو بابا تہجد پڑھنے کے بعد اللہ رب العزت کے سامنے ہاتھ پھیلائے دعا مانگنے میں مصروف نظر آئے۔باپ اللہ سے اس کی عزت وآبرو کی دعا مانگے اور اللہ پاک اسے گناہوں کی دلدل سے نہ بچائے، ایسا کیسے ہوسکتا تھا؟اسے اس لمحے اپنے بابا پر بے حد پیار آیا۔ان کی صحت وسلامتی کی دعا کرتی، وہ وضو کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔اجنبی نمبروں کے ذریعے پھینکا ہوا یہ شیطان کا جال ہوتا ہے جو وہ صنف نازک پر پھینکتا ہے، ایک جگہ سے نشانہ چھوٹ جائے تو دوسری جگہ آزماتا ہے اور جہاں نشانہ لگ گیا، رسوائی و پچھتاوا لڑکی کے حصے میں ہی آتی ہے۔قابل تعریف ہیں وہ بیٹیاں جوان جالوں سے اپنی اور اپنے سے وابستہ رشتوں کی ناموس کو بچالیتی ہیں اور اپنے والدین کا مان ٹوٹنے نہیں دیتیں۔

ایک دن کسی لڑکی نے اپنی پوسٹ میں یہ لکھا تھا''اگر شادی کے بعد ماں باپ کی خدمت بیٹی کی ذمہ داری ہوتی تو کوئی ماں باپ بڑھاپے میں در بدر نہ ہوتے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ہر بیٹی اپنی شادی کے بعد اپنے شوہر کے والدین کو اپنے والدین کا درجہ دے اور ان کی خدمت کرے تو اس دنیا میں کوئی والدین در بدر نہ

ہوں۔ ......اگر شادی کے بعد بھی ماں باپ کو ساتھ رکھنے کا حق بیٹی کے پاس ہوتا تو مجھے یقین ہے اِس دنیا میں کوئی ایک بھی اولڈ ہوم نہ ہوتا۔ ......سچ ہے کہ بیٹیاں ماں باپ کے دکھ بانٹتی ہیں اور بیٹے جائیداد

دھیاں لئی پردیس وے بابلا تے پتراں لئی جاگیراں
دکھ سکھ سہنا تے کج نہ کہنا دھیاں دیاں تقدیراں

عقل مانے یا نہ مانے لیکن حقیقت یہی ہے کہ بیٹی شاہ کی ہو یا گدا کی، منتوں مرادوں کی نازوں پلی ہو یا بن مانگی دعا کی طرح ملی ہو، اسے ایک نہ ایک دن پیا کے دیس سدھارنا ہی ہوتا ہے۔ یہ اوپر والے کا فیصلہ ہے جس میں ترمیم کی کوئی گنجائش نہیں...... مانا کہ جسے باپ نے ہتھیلی کا چھالا، آنکھ کا تارا بنا کے رکھا جسے چھاتی سے لگائے بنا ماں کو نیند نہیں آتی تھی جس کی ایک فرمائش کو پورا کرنے کے لیے سو پاپڑ بیلے جاتے، جس کی آنکھ کے ایک آنسو پر پہروں کروٹیں بدلی جاتیں۔ جس کے ناز و ادا پہ جی قربان ہو ہو جاتا۔ جس کے شوخی بھرے قہقہے کانوں میں امرت رس کی طرح ٹپکتے۔ جو خفا ہوتی تو دنیا روٹھی لگتی۔ جب مان کر مسکرا دیتی تو چار سو روشنیاں جگمگا اُٹھتیں۔ موم کی گڑیا سی وہ بیٹی، جگر کا ٹکڑا کاٹ کر خود سے جدا کرنا، اپنے ہاتھوں اپنی عمر بھر کی پونجی کسی دوسرے کے حوالے کر دینا کوئی آسان کام نہیں مگر بات اُسی خوبصورت موڑ پہ آ کے ختم ہوتی ہے کہ یہ مشیت ایزدی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اللہ سے پوچھا کہ جب آپ اپنے کسی بندے سے خوش ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا: اے موسیٰ! جب میں اپنے بندے سے خوش ہوتا ہوں تو اسے بیٹی دیتا ہوں، موسیٰ علیہ السلام نے پھر سوال کیا کہ جب آپ اپنے بندے سے اور خوش ہوتے ہیں تو اس کو کیا انعام دیتے ہیں تو اللہ نے فرمایا کہ میں اس کو دوسری بیٹی دیتا ہوں۔ موسیٰ کلیم اللہ نے پھر پوچھا کہ اے رب! تو جب اپنے بندے سے بے حد خوش ہوتا ہے تو اس کو کیا انعام دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! جب میں اپنے بندے سے بے حد خوش ہوتا ہوں تب اس کو تیسری بیٹی دیتا ہوں۔ (مفہوم) یعنی اللہ رب العزت اپنی خوشی بیٹی کی صورت

میں اس کے باپ کو عطا کرتے ہیں، لیکن وہ باپ، وہ بھائی اس خوشی کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں، سب لوگ اس سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔

خدارا بیٹیوں کو عزت دینا سیکھیں تاکہ آپ کے بیٹے بھی اپنی بہنوں اور اپنی ہونے والی بیٹیوں کو عزت دینا سیکھیں کیونکہ جن مردوں کے دل میں عورت ذات کی عزت، ان سے شفقت و رحم کا برتاؤ کرنا نہیں ہوتا، ایسے مرد معاشرے کے بھیڑیے بن کر شروفتنہ پھیلانے کا ہی باعث بنتے ہیں اور اللہ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کے گناہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ بیٹی اللہ کی رحمت ہے اور اللہ نے رحمت کا کوئی حساب نہیں رکھا البتہ رحمت کو دکھ اور تکلیف دینے پر عذاب بہت سخت رکھا ہے۔

بیٹی لخت جگر بھی ہے، نور نظر بھی اور گھر کی چاندنی بھی۔ یہی بیٹیاں پہلے والدین کے آنگن کو خوشبوں سے بھرتی ہیں اور پھر خاوند کے گھر کو اپنی خوشبو سے مہکاتی ہیں۔ موجودہ معاشرتی تنگ نظری نے بیٹی کو اس کے بہت حقوق سے محروم کر دیا ہے جبکہ یہی بیٹیاں دنیا میں راحت اور آخرت میں جنت کا ذریعہ ہیں۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

□ ''میں مکہ مکرمہ میں اس قدر (شدید) بیمار ہوا کہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! بلاشبہ میرے پاس بہت مال ہے اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں، کیا میں اپنے مال کو دو تہائی صدقہ کر دوں؟'' حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نہیں'' ''میں نے عرض کیا: ''تو آدھا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں'' میں نے عرض کیا: ''ایک تہائی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک تہائی (بھی) بہت ہے، بلاشبہ تم اپنی اولاد کو مال دار چھوڑو، یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگ دست چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔''

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے وراثت میں بیٹی کے حصہ کی حفاظت کے لیے حضرت سعدؓ کو ایک تہائی سے زیادہ مال صدقہ کرنے کی

وصیت کی اجازت نہ دی۔ ایک تہائی کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ اس کو بھی زیادہ قرار دیا۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ بیٹی کو وراثت میں سے حصہ دے کر غنی کر دینا تا کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے، مال کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ ماں باپ کے ترکے میں، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، بیٹیوں کا اسی طرح حصہ ہے، جس طرح کہ بیٹوں کا۔ کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ انہیں ان کے حصہ سے محروم کرے یا اس میں کمی کرے یا ترکے کی کسی چیز کو بیٹوں کے لیے مخصوص کرے۔ اگر کوئی ایسا کرے، تو مسلمان حاکم کی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں ترکہ میں سے ان کا پورا پورا حق دلوائے۔ بیٹے کے حصے کے دوگنا رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ اس کی خرچ کرنے کی ذمہ داریاں بیٹی کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہیں۔ لڑکے کو خود اپنے آپ پر، اپنی بیوی پر اور اپنی اولاد پر خرچ کرنا ہوتا ہے۔ لڑکی صرف اپنے آپ پر خرچ کرتی ہے اور شادی کے بعد اس کے اخراجات کی ذمہ داری خاوند پر ہوتی ہے۔ اس طرح بسا اوقات وراثت میں لڑکی کا حصہ، اخراجات میں لڑکے کی ذمہ داری کے مقابلے میں، کہیں زیادہ ہو جاتا ہے۔

والدین کو چاہیے کہ بیٹی کو پیار دیں اور بیٹی کی محبت کو سمجھیں۔ بیٹی بوجھ نہیں بلکہ بوجھ اٹھانے والی ہے۔ اسے یوں نہ جھٹلائیں، پھر کچھ لوگ تو اس بوجھ کو جلد از جلد سر سے اتارنے کی کرتے ہیں۔ جیسے کوئی اچھا برا رشتہ آیا، بیٹی کو ان کے حوالے کر دیا۔ نجانے لوگ بیٹیوں کو بوجھ سمجھنا کب چھوڑیں گے؟ ان کے خیالات کب تبدیل ہوں گے؟ اچھائی اور برائی میں تمیز کرنا انہیں کب آئے گا؟ بیٹی کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی والد یا سرپرست اس کا نکاح کہیں بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ ایسا کرے، تو بیٹی شرعی عدالت کے ذریعہ اس نکاح کو ختم کروا سکتی ہے۔ اسی طرح کسی بیٹی کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے والد یا اس کی عدم موجودگی میں سرپرست سے بالا بالا اپنا نکاح کر لے۔ ایسا نکاح باطل ہے۔ شرعی طور پر اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ بیٹی کی حیثیت سے اسلام نے عورت کو جو مقام دیا ہے، اس کے مطالعہ کے بعد انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ بیٹی گرد راہ تھی، اسلام نے اسے نور چشم بنا دیا۔ وہ تحت الثریٰ تھی، اسلام نے

اسے فوق الثریا پہنچا دیا، اس کی ولادت بدبختی کی علامت تھی اور اس کی تربیت بھاری بوجھ تھی مگر اسلام نے اس کے وجود کو رحمت اور اس کی تربیت کو جنت کی ضمانت بنا دیا۔

بیٹیاں بھی کتنی عجیب شے ہوتی ہیں، جب پیدا ہوتی ہیں تو گھر والے ان کے مستقبل کا سوچ کر پریشان ہو جاتے ہیں، بیٹی چاہے امیر کے گھر پیدا ہو یا غریب کے، والدین کا بیٹی کے لیے فکر مند ہونا ایک فطری بات ہے کیونکہ جب وہ اپنی ساری محبتیں اور چاہتیں نچھاور کر کے بیٹی کو پال پوس کر بڑا کرتے ہیں، پڑھاتے، لکھاتے ہیں اور پھر ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہ اپنی لخت جگر کو دوسروں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اب اگر سسرال والے اچھے ہوں تو ماں باپ بھی سکھ چین سے رہتے ہیں لیکن خدانخواستہ سسرال والے اچھے نہ ہوں تو بیٹی کے ساتھ ساتھ ماں باپ کو بھی خون کے آنسو رونے پڑتے ہیں، شاید اسی لیے جب بیٹی پیدا ہوتی ہے تو والدین کی آنکھیں ایک لمحے کے لیے آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں کہ انہیں بیٹی سے زیادہ اس کے مقدر کا ڈر ہوتا ہے۔

بیٹی کا رشتہ بھی کیا عجب ہے، اپنی ہے بھی اور نہیں بھی۔ اسے پال پوس کر ایک نہ ایک دن کسی نہ کسی کے ہاتھ میں دینا ہی پڑتا ہے۔ کس قدر تحیر خیز اور صبر آزما مرحلہ ہے کہ اپنی ساری محبت دے کر کسی اور انجانی آنکھ سے پیار کرنا سکھاؤ۔ پس بیٹیوں کا مقسوم اور زندگی اُن کے حسن کردار اور خلق و پیار سے وابستہ ہے۔

لبوں پہ حرف شکایت نہ آہ سینے میں
محبتوں کو نبھایا بڑے قرینے سے

بیٹیاں...... اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہیں جو پھولوں کی طرح نرم و نازک اور سنبل کی طرح ہلکی ہوتی ہیں۔ ان کی محبت اور پیاری پیاری باتیں ماں باپ کا دل موہ لیتی ہیں لیکن یہ من موہنی صورتیں، یہ ننھی منی جانیں کس قدر بھاری ہوتی ہیں، اس کا اندازہ کچھ وہی لگا سکتا ہے جس کے چمن میں یہ کلیاں کھلتی ہیں۔ بیٹی کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے جو قربانیوں سے عبارت ہے۔ ہر چیز سے اس کا رشتہ کسی کے توسط سے بنتا ہے۔ اس کی خالص ملکیت تو اس کی اپنی ذات بھی نہیں۔ عمر بھر وہ اپنے عمل کے لیے دوسروں کی

پسند و ناپسند کے تابع رہتی ہے۔ پیدائش سے لے کر شادی تک باپ کے گھر کے عیش و آرام اور دکھ سکھ سے اس کو پیار ہوتا ہے۔ شادی کے بعد کمال کوشش سے وہ اپنے ارمانوں اور محبتوں کے مرکز بدلتی ہے لیکن اس بندھن اس ملکیت کا ثبات کون جانے ۔

نو دمیدہ صبح ہے تو نوشگفتہ اک کلی
کائنات رنگ و بو میں تیرے دم سے دلکشی
بن کے رانی تو رہے ہے ماں کے دل کی آرزو
باپ خواہاں ''چشم شوہر کی بنے تو روشنی''
آبروئے قوم ہے تو، تو ہے ناموس وطن
تجھ سے قائم ہے جہاں میں زندگی کا بانکپن

بابل کے آنگن سے وداع ہوتے وقت در و دیوار بھی اشکبار ہو جاتے ہیں۔ سخت سے سخت باپ کے مضبوط ہاتھ بھی کپکپانے لگتے ہیں۔ دعاؤں سے ہونٹ اور ہاتھ لرزنے لگتے ہیں۔ بے حس آنکھیں بھی بھیگ جاتی ہیں۔ سر پہ ہاتھ رکھنے کی دیر ہے کہ بیٹی سینے سے لپٹ جاتی ہے۔ بیٹی خدا کی ایک نازک اور حساس نعمت ہے جو ماں کی ممتا سے زیادہ باپ کی دیوانی ہوتی ہے۔ یہ احساس اس کے من کا زیور ہے۔ رخصتی کے لیے ماں کا نہیں، بابل کا گھر بولا جاتا ہے۔ دل میں گھر کر لینے والی لخت جگر کی آنکھ سے ٹپکنے والا آنسو سخت دل باپ کو بھی مضطرب کر دیتا ہے۔ اس لمحے باپ کی شفقت دل کی گہرائیوں سے ان الفاظ میں بیٹی کے لیے دست دعا ہوتی ہے۔

دور جا کے بھی رہو تم ہو قریب
زندگی کی تجھ کو خوشیاں ہوں نصیب
ہر قدم سکھ ہی ملیں دل شاد ہو
سیج پھولوں سے تری آباد ہو

اور لرزتے ہوئے ہونٹوں پہ یہ الفاظ ہوتے ہیں:

بیٹیوں کو اک نہ اک دن گھر سے ہونا ہے جدا
ہے یہی حکم محمدﷺ ہے یہی رب کی رضا

ہے یہ دستور گلستاں اے مری گلشن نشیں
گل ہمیشہ شاخسار گل پہ رہ سکتا نہیں
ہے دعا مری تری خوئے محبت کم نہ ہو
زندگی بھر تیری چشم زندگی پرنم نہ ہو
تیری زلف پاکبازی بھول کر برہم نہ ہو
تیری چوکھٹ بھی تری آواز کی محرم نہ ہو
خانۂ شوہر میں تو عظمت نشاں بن کے رہے
اس چمن میں تو بہار جاوداں بن کے رہے

یہ بیٹیاں بھی کیا چیز ہوتی ہیں۔ ماں باپ لاڈ پیار سے پال پوس کر جواں کرتے ہیں اور پھر اپنی عمر بھر کی اس پونجی کو غیروں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بعض اوقات بیٹی کے لیے ماں باپ کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی اس بیش بہا دولت کی کوئی قیمت نہیں۔ یہ وہ دولت ہے جو انمول ہونے کے باوجود بھی سستی ہے۔ اتنی سستی کہ خود اپنے ہاتھوں سے دوسروں کے پاؤں میں رکھ دی جاتی ہے۔

الوداع جانِ پدر! اے مری نور نظر
الوداع توقیر ہستی، اے مری لخت جگر
الوداع تسکین ماوا الوداع نور بصر
الوداع رشک ثریا الوداع روح سحر
الوداع ماں کی نظر کا نور نازوں کی پلی
الوداع اے ماں کے گلشن کی فرخندہ کلی
تو ہے مائل بہ سفر، قلب مادر ہے بیقرار
تیری بہنیں ہیں پریشاں اور بھائی اشکبار
اے مری مہمان بیٹی، دیکھ ماں کا حال زار
جس کی آنکھوں میں ہیں آنسو جس کے دل میں ہیں شرار
شادمانی بن کے اس کی روح پر چھائے گی کون

اس کا دل بیتاب جب ہوگا تو بہلائے گا کون
ہو رہی ہے تو کچھ اس انداز سے ہم سے جدا
جس طرح پھولوں سے خوشبو جیسے گلشن سے صبا
جیسے کلیوں سے مہک جیسے ستاروں سے ضیا
جس طرح ہونٹوں سے نغمہ، ساز سے جیسے صدا
جیسے آنکھوں سے جدا ہو لذت تسکین خواب
جس طرح بادل میں چھپ جائے اچانک ماہتاب
بے نتیجہ آہ و زاری، رائیگاں ہر التجا
اس جہاں میں ہے اٹل تقدیر کا ہر فیصلہ

ایک باپ نے بیٹی کی رخصتی پر کہا:

اے سکون قلب مضطر اے مری نور نظر
تیرے دم سے کس قدر پرنور رہتا تھا یہ گھر
ہر طرف معلوم ہوتی تھی بہار آئی ہوئی
چاندنی سی تھی در و دیوار پہ چھائی ہوئی
بعد تیرے مری نظروں میں اندھیرا چھا جائے گا
چاند اپنے ساتھ اپنی چاندنی لے جائے گا
باپ بھائی خوش تھے ماں شاداں بہن مسرور تھی
سارے گھر کو کس قدر خاطر تری منظور تھی
تیرے چپ ہونے پہ ماں کہتی تھی کیوں مغموم ہے
تجھ کو جن نازوں سے پالا ہے تجھے معلوم ہے
دے دیا بیٹی تمہیں جو کچھ میسر ہو سکا
لو سدھارو اپنے گھر کو حافظ و ناصر خدا
لیکن اتنا یاد رکھنا تم تمہیں میری قسم
ایسی فرمائش نہ کرنا جس سے ہو شوہر کو غم

گر خدا ناکردہ تکلیفیں بھی ہوں سسرال میں
شکر کرنا خالقِ کونین کا ہر حال میں
جن کی خدمت تم پہ لازم ہے اب اُن کا ساتھ ہے
بیٹی اب ماں باپ کی عزت تمہارے ہاتھ ہے
ہے اسی میں آبرو شوہر کے کہنے پر چلو
جاؤ تم کو خوش رکھے اللہ تم پھولو پھلو

باپ کی امانت کا زمانہ ختم ہوا۔ جس موم کی پتلی کو بچپن سے آج تک آنکھ کی پتلی بنا کر رکھا، پالا، پڑھایا، لکھایا، سکھایا، کھلایا، برسوں جس سے دل نے سرور حاصل کیا اور آنکھوں نے نور، جب وہ کسی قابل ہوئی، جب وہ خود اس لائق ہوئی کہ خدمت کر سکے اپنے ہنر اور سلیقہ کی شمع سے اندھیرے کو اُجالا بنا دے تو حکم ملتا ہے کہ وداع کر دو اسے! منتقل کر دو امانت کو دوسرے کے ہاتھ میں! آج سے اس کی نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان نئی زندگی اور نیا سامان!

بیٹیاں تو رب کی رحمت ہوتی ہیں، بابا کی آنکھ کا تارا اور ماں کے دل کی زینت ہوتی ہیں...... میکے بھی ہوتے ہیں!! سسرال بھی ہوتے ہیں!! مگر گھر نہیں ہوتے ''بیٹیوں'' کے...... بیٹیاں کھیلتے کھیلتے بڑی ہو جاتی ہیں، پتہ نہیں چلتا...... کب ان کا کھیل ختم ہوا اور نصیب کا شروع ہو گیا۔...... لڑکی شادی پہ کتنی ہی خوش کیوں نہ ہو، نکاح کے دستخط کرتے وقت ایک بار پورے وجود سے کانپ جاتی ہے۔ باپ کی جگہ ہمیشہ کے لیے شوہر کا نام آ جاتا ہے، حقدار بدل جاتا ہے۔...... والدین بیٹی کو بیٹا کہہ کر پکار لیتے ہیں مگر بیٹے کو بیٹی کہہ کر نہیں پکارا جاتا کیونکہ بیٹیاں خاص ہوتی ہیں۔ وہ وقت آنے پر بیٹا بھی بن کر دکھاتی ہیں اور بیٹیوں کا کردار بھی بخوبی نبھاتی ہیں۔ کبھی والدین کی عزت کی خاطر آٹے میں آنسو گوندھتی ہیں تو کبھی گھر کی بقا کے لیے مرد کے شانہ بشانہ چلتی ہیں بے شک یہ اللہ کی رحمت ہیں، ان کی ناقدری مت کیجیے۔...... امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ سے کسی نے بیٹیوں کے حقوق کے بارے میں عام معاشرے کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: ہائے! وہ بیٹیاں! تم جس کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دے دو، وہ اف کیے

بغیر تمھاری پگڑیوں اور اور داڑھیوں کی لاج رکھنے کے لیے ان کے ساتھ ہو لیتی ہیں اور جب سسرال میں میکے کی یاد آتی ہے تو چھپ چھپ کر رو لیتی ہیں، کبھی دھوئیں کے بہانے آنسو بہا کر جی ہلکا کر لیتی ہیں کبھی آٹا گوندھتے ہوئے جو آنسو بہتے ہیں، وہ آٹے میں جذب ہو کر رہ جاتے ہیں، مگر کوئی نہیں جانتا کہ اس روٹی میں اس بیٹی کے کتنے آنسو شامل ہیں۔ غیرت مندو...... ! بیٹیوں کی قدر کرو، یہ آبگینے بڑے ہی نازک ہیں۔

بیٹیاں ماں باپ پر بوجھ نہیں ہوتیں، اُن کے آنگن میں چڑیوں کی طرح چہچہاتی، شور مچاتی، دانہ چگتی اور ایک دن اُڑ جاتی ہیں، بس اتنا مختصر سا پڑاؤ ہوتا ہے ماں باپ کے گھر میں بیٹیوں کا۔...... چڑیاں ہوتی ہیں بیٹیاں!! مگر پنکھ نہیں ہوتے بیٹیوں کے، میکے بھی ہوتے ہیں، سسرال بھی ہوتے ہیں، مگر گھر نہیں ہوتے بیٹیوں کے، میکہ کہتا ہے بیٹیاں تو پرائی ہیں جبکہ سسرال کہتا ہے کہ پرائے گھر سے آئی ہے۔

پلکوں پہ بٹھا کے رکھیں گے سسرال والے
معلوم نہ تھا بابا بھی جھوٹ بولیں گے

بیٹی سسرال سے بددل ہو کر میکے آ گئی۔ باپ نے کہا کہ تمھارے ہاتھ کا کھانا کھائے بہت دن ہو گئے ہیں۔ آج میرے لیے ایک انڈا، ایک آلو اُبال دو اور ساتھ گرما گرم کافی بھی، لیکن! 20 منٹ تک چولہے پر رکھنا۔ جب سب تیار ہو گیا تو بولا، آلو چیک کر لو، ٹھیک سے نرم ہو گیا ہے؟ اب انڈا چھو کے دیکھو، ہارڈ بوائل ہو گیا ہے؟ کافی چیک کرو رنگ اور خوشبو آ گئی؟ بیٹی نے چیک کر کے بتا دیا، سب پرفیکٹ ہے۔ باپ نے کہا دیکھو 3 چیزوں نے گرم پانی میں یکساں وقت گزارا اور برابر کی تکلیف برداشت کی۔ آلو سخت ہوتے ہیں، اس آزمائش سے گزر کر نرم ہو گیا، انڈا نرم ہوتا ہے، گرے تو ٹوٹ جائے، وہ اب سخت ہو گیا، کافی نے پانی کو خوش رنگ، خوش ذائقہ اور خوشبودار بنا دیا ہے، تم کیا بننا چاہو گی؟ آلو، انڈا یا کافی؟ یہ تمھیں سوچنا ہے، یا خود تبدیل ہو جاؤ یا دوسروں کو تبدیل کر دو، ڈھل جاؤ یا ڈھال دو، زندگی گزارنے کا یہی فن ہے، سیکھنا، اپنانا، تبدیل ہونا، تبدیل کرنا، ڈھالنا، ڈھل جانا، یہ اسی وقت ممکن ہے جب نباہ کا عزم ہو، کم ہمت منزل تک نہیں پہنچتا، راستے میں ہلاک ہو جاتا ہے۔...... ایک ماں نے اپنی بیٹی کو

انگریزی کہاوت ہے:

"Your son is your son till you get him a wife, but your daughter is your daughter till the days of her life".

یعنی تمھارا بیٹا اس وقت تک تمھارا بیٹا ہے جب تک تم اس کی شادی نہیں کر دیتے (پھر وہ اپنی بیوی بچوں میں مصروف ہو جاتا ہے اور پہلے کی طرح ماں باپ کی پرواہ نہیں کرتا) لیکن تمھاری بیٹی اپنی ساری زندگی کے لیے تمھاری بیٹی ہے۔ (یعنی عمر بھر اپنے والدین اور میکے کو یاد رکھتی ہے) لہٰذا یہ دل لگتی بات ہے کہ بیٹے کی آس میں ہمیں کبھی بھی بیٹی کو مایوس نہیں کرنا چاہیے۔ ویسے بھی بیٹی قدرت کی طرف سے ہم سب کے لیے ایک انعام ہے۔ اس کی احسن پرورش جنت کی ضمانت ہے۔ بیٹوں کے مقابلے میں جو محبتیں جو عقیدتیں جو قربانیاں بیٹیاں ماں باپ پہ نچھاور کرتی ہیں، بخدا ان کا عشر عشیر (دسواں حصہ) بھی بیٹے نہیں دے سکتے۔ لہٰذا ہماری نظروں میں ان کی بے پناہ قدر و منزلت ہونی چاہیے۔ ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ اس نعمت کی دل و جان سے قدر کریں اور اس پہ توجہ دیں کہ کل یہی چراغ ایک اور کنبے کی بنیاد رکھے گا۔...... باپ اور بیٹا پچھلے لان میں کرکٹ کھیل رہے تھے، والد بیٹے کا دل رکھنے کے لیے جان بوجھ کر ہار رہا تھا۔ بیٹا جیت کی سرشاری میں خوش تھا۔ نعرے مار رہا تھا۔ سات برس کی پیاری بیٹی بینچ پر بیٹھی سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ ابو کی مسلسل ہار سہہ نہ پائی، دوڑ کر آئی اور باپ سے لپٹ کر رونے لگی اور بولی، ابو میرے ساتھ بھی کھیلیں، آپ کو جتوانے کے لیے میں ہاروں گی۔

دھیاں سنبھالن عزتاں نوں تے پت وارث خزانیاں دے
دولت رکھی گھر دے وچ تے عزتاں دیتیاں ہتھ بیگانیاں دے

انقلاب آفریں پیغام

محسنِ انسانیت رحمت عالم حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ نے عورت کے تینوں روپ امر کردیئے۔ اپنی والدہ کی محبت میں اس زمانے کی ہر عورت کو اتنی تعظیم و تکریم دی کہ چشمِ فلک حیران رہ گئی۔ اپنی محبوب زوجہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کو ان الفاظ میں اپنی محبت کا خراج ادا کیا کہ ''وہ میری محسنہ تھی''۔ کون ہے جو اپنی بیوی کے لئے اتنی محبت وسرشاری سے یہ جملہ کہنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ شفقتِ پدری اتنی کہ اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی تکریم میں اپنی چادر اپنے کاندھوں سے اتارتے، زمین پر بچھاتے اور پیار سے ان کے ماتھے پر بوسہ دیتے اور انھیں اس پر بٹھاتے۔ اس عزت واحترام سے اپنی بیٹی کو کس نے نوازا ہے جبکہ یہ عظمت وتوقیر پھول میں خوشبو کی طرح ہر باپ کے دل میں بیٹی کے لئے لازم ہے۔ پس بیٹی ایک قابل احترام ہستی ہے جس کی حرمت آقائے دو جہاں ﷺ نے احتراماً کھڑے ہوکر پوری انسانیت پہ واجب کردی۔

قوس قزح کی طرح رشتوں کے بھی رنگ ہوتے ہیں اور سب سے خوبصورت رنگ بیٹی کا رشتہ ہے جو مشکبار ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت حساس بھی ہے۔ بیٹی اللہ کی رحمت اور قدرت کی طرف سے لازوال عطیہ ہے جس کی قدر کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے۔

علم وتحقیق کی دنیا میں جناب محمد متین خالد کا نام محتاج تعارف نہیں ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں، اپنی محنت وتحقیق سے حق ادا کردیتے ہیں۔ ان کی 50 سے زائد کتابیں اور 100 سے زائد کتابچے شائع ہو چکے ہیں۔ بیٹی کے موضوع پر زیرِ نظر کتابچہ ان کی تازہ کاوش ہے۔ یہ کتابچہ اپنے منفرد موضوع کے اعتبار سے انتہائی علمی، تحقیقی، معلوماتی، دلچسپ اور غور وفکر کا حامل ہے۔ اس کا بغور مطالعہ آج کے فساد زدہ گھریلو حالات میں ہر گھر کے لیے ناگزیر محسوس ہوتا ہے۔ اس کتابچہ میں مقصدیت، معنویت اور جاذبیت کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرے کے لیے انقلاب آفریں اور روح پرور پیغام بھی ہے جسے ضرور پڑھا جانا چاہیے۔ علم وادب کے ذریعے اصلاح معاشرہ اور تعمیر شخصیت کا انوکھا انداز اختیار کرنے پر جناب محمد متین خالد دلی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ملک منیر احمد

اسلام آباد